صحیح بخاریؒ میں امام بخاری کے اصول حدیث: تحقیقی مطالعہ

*عبدالغفار

**تنویر قاسم

Abstract

To understand Hadiths, sayings of Holy Prophet Muhammad (PBUH), it is imperative to get knowledge of the science of the principles by which the conditions of both the sanad, the chain of narration, and the matn, the text of the hadith. These principles to verify or reject any Hadith were formulated even in the era of Holy Prophet SAW. The companions of the Holy Prophet SAW used to practice these principles to find out authentic hadiths. One of the Tabiyeen, Muhammad Bin Sirin contributed a lot to the science of the principles of Hadith. Later Muhadissin, in inception too, followed these principles in letter and spirit and introduced sanad, the chain of narration. After Muhadissin, Muslim religious scholars brought this science of principles to its zenith and coined various terminologies still in practice. Imam Bukhari was also a student of the science of the principles of Hadiths and established himself not only as a Mujthid but also purified the science of principles of hadiths in his book Al-Jami- Al Sahi Al Bukari. In this article the same principles have been derived, which have not been managed properly at one place.

Keywords: Principles of Hadiths, Terms and Conditions to Al-Sahi Bukhari, Yahya bin Saeed alqtan

تعارف:

اصولِ حدیث ایک خاص فن ہے جو کہ ان قواعد وضوابط اور اصولوں پر مشتمل ہے جن کی رعایت رکھتے ہوئے راوی اور روایت کے حالات معلوم کیے جاتے ہیں اور ان کی روشنی میں حدیث کو قبول کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

"ھو علم یعرف بھا احوال الراوی والمروی من حیث القبول والرد."(۱)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

''علم اصول حدیث سے مراد ایسے قواعد وضوابط کا جاننا ہے جن کے ذریعے سند ومتن کی معلومات حاصل ہوں یا راوی و مروی کے ان حالات کا علم ہو سکے جن کی بنیاد پر حدیث کے قبول یا مردود ہونے کا فیصلہ کیا جائے۔''

ابتداً اس علم کے اصول وقواعد منضبط شکل میں نہ تھے۔اگر چہ علمائے محدثین اس علم کے بنیادی اصولوں کا التزام شروع ہی سے کرتے تھے لیکن وہ جامع ومانع تعریفات اور اصطلاحات جو آج اصولِ حدیث کی کتب میں ایک مرتب ومنضبط شکل میں ہمارے سامنے ہیں یہ صورت اس وقت موجود نہ تھیں البتہ متقدمین کی کتب میں ان اصولوں کی طرف اشارات ضرور مل جاتے تھے۔متاخرین نے اس علم کو با قاعدہ ایک فن کی شکل دی اور اس کے اصول وقواعد کو منضبط کیا اور ان کو احاطہ تحریر میں لائے۔اس فن کے بانیوں میں تاریخی طور پر اس علم جرح وتعدیل/علم الأسناد مصطلح الحدیث کی بنیاد تابعین کے امام محمد بن سیرین نے رکھی۔اور یہ دور تقریباً ۱۸۰ھ تک پھیلا ہوا ہے۔انہی میں سے امام بخاریؒ ہیں جنہوں نے باضابطہ طور پر اصولِ حدیث تو مرتب نہیں کیے تاہم علم حدیث رسول کریم ﷺ کی سب سے اہم کتاب صحیح بخاری میں ان اصولوں کو پیش نظر ضرور رکھا ہے اسی کو سامنے رکھتے ہوئے بحث ہذا میں ''الجامع الصحیح البخاری'' میں سے امام بخاریؒ کے اصولوں کو استقراء ومطالعہ کے ذریعے اخذ کیا جائے گا۔

موضوع کی اہمیت:

دین اسلام کے اصل بنیادی مآخذ دو ہیں۔قرآن کریم اور احادیث مبارکہ قرآن کریم سینہ در سینہ تواتر سے ہم تک پہنچا ہے۔اس لیے اس کی بنیادی حیثیت میں تو شک کی گنجائش ہی نہیں ہے جبکہ حدیث نبوی ﷺ کی طرف نسبت سے پہلے جانچ اور پرکھ کی ضرورت ہے۔

قرآن وحدیث سے روایت حدیث کی تحقیق کے اصول واضح ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ''(۲)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے خبروں کی تحقیق کا حکم دیا ہے۔

امام خازنؒ فرماتے ہیں:(۷۴۱ھ)

''اطلبو بيان الامور وانكشاف الحقيقة ولا تعتمدوا على قول الفاسق''(۳)

''معاملات کی وضاحت اور حقیقت کا انکشاف طلب کرو اور فاسق کی خبر پر اعتماد نہ کرو۔''

امام ثعلبی فرماتے ہیں ۸۷۶ھ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریمﷺ نے فرمایا:

"التشبت من الله والحجلة من الشيطان."(۴)

"معاملات میں پوری تفیش کرنا"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔

"باب وجوب الرواية عن الثقات وترک الكذبين."(۵)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

"كفى بالمرء اثما ان يحدث بكل ما سمع."(٦)

"آدمی کے لیے گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔"

دوسری روایت میں ہے:

"بحسب المرء من الكذب أن يحدث بكل ما سمع."(۷)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا:

"من كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار."(۸)

"جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔"

علم الجرح والتعدیل کا ثبوت رسول اللہﷺ سے

صحیح بخاری کی روشنی میں:

رسول اللہﷺ نے جھوٹی خبریں پھیلانے والوں کے لیے محض وعید ہی بیان نہیں کی بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر جرح تعدیل کا باب بھی کھول دیا۔ چنانچہ آپؐ سے کچھ لوگوں کی جرح بھی ثابت ہے اور تعدیل بھی جرح کے حوالہ سے:

"عن عائشہؓ قالت: استأذن رجل عن رسول الله ﷺ فقال أنزلوا له بئس اخوا العشيرة أو ابن العشيرة فلما دخل ألان له الكلام قلت يا رسول اللهﷺ قلت الذى قلت ثم آلذت له الكلام قال أى عائشة ان شر الناس من تركه الناس أو دعه الناس اتقاء فحشه."(۹)

''حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے اسے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ فلاں قبیلے کا بُرا آدمی ہے جب وہ شخص اندر آیا تو آپؐ نے اسکے ساتھ بڑی نرمی سے گفتگو کی جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کی اے اللہ کے رسولﷺ آپؐ کو اس کے متعلق جو کچھ کہنا تھا وہ آپؐ نے کہا پھر جب وہ آیا تو آپؐ نے اس کے ساتھ نہایت نرم انداز میں گفتگو فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہؓ وہ شخص بدترین ہے جسے اس کی بدکلامی کے ڈر سے لوگ چھوڑ دیں۔''

خطیب بغدادیؒ نے روایت نقل کرنے کے بعد اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ رسول اللہﷺ نے خود جرح وتعدیل کی ہے۔(۱۰)

تعدیل کی ایک مثال صحیح بخاری میں موجود حاطب بن ابی بلتعہؓ کا طویل قصہ ہے۔(۱۱)

نقدِ حدیث کی عمارت کی پہلی اینٹ خود رسول اللہﷺ نے ہی رکھ دی تھی اور آپؐ نے فن جرح وتعدیل کے ابتدائی خطوط کی نشاندہی کر کے ایسے اصول وقواعد کی طرف اشارہ کر دیا تھا جن کے ذریعے صحیح احادیث کو ضعیف احادیث سے جدا کیا جا سکے ثقہ کی ثقاہت اور ضعیف کا ضعف بیان کیا جا سکے۔

صحابہ کرامؓ کی مقدس جماعت قرآن کریم کی شہادت کے مطابق عدالت کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز تھی ان میں حدیث کی روایت میں غلط بیانی اور زندگی کے عمومی حالات میں بھی کذب بیانی کا تصور نہ تھا اس لیے ابتداء میں حدیث کی روایت میں سند یا رواۃ کے ذکر کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔

حضرت انس بن مالکؓ سے اگر یہ پوچھ لیا جاتا تھا کہ آپ نے حدیث رسول اللہﷺ کس سے سنی ہے تو غضبناک ہو جاتے اور فرماتے:

''ما كان بعضنا يكذب على بعض''(۱۲)

''ہم میں سے کوئی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔''

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت تک صحابہ کرامؓ حدیث کی روایت میں اپنے اسی نہج پر قائم رہے لیکن حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں جب امت اسلامیہ مختلف داخلی اور خارجی فتنوں کی زد میں آ گئی اور جماعتیں اپنے اپنے موقف کی تائید کے لیے حدیث رسولؐ میں غلط بیانی بلکہ کذب بیانی پر آمادہ ہو گئیں اور حدیثیں گڑھی جانے لگ گئیں۔ اس وقت علمائے امت نے حدیث کے تثبت اور تحقیق کے لیے سند اور رجال کی تفتیش شروع کر دی۔

تابعی کبیر امام محمد بن سیرین ۱۱۰ھ فرماتے ہیں:

"**لم یکونوا یسألون عن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالو سموا لنا رجالکم، فینظر الی أهل السنة فیؤخذ حدیثهم وینظر الی اهل البدع فلا یؤخذ حدیثهم.**"(۱۳)

"یعنی پہلے لوگ اسناد کے متعلق سوال نہیں کرتے تھے، لیکن جب فتنہ واقع ہوا تو رجال کے متعلق سوال کیا جانے لگا اور دیکھا جاتا کہ جو اہل سنت ہیں ان کی حدیث لے جاتی اور جو اہل بدعت ہیں ان کی حدیث نہیں لی جاتی۔"

اس بیان سے واضح ہے کہ امام محمد بن سیرین نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ظاہر ہونے والے فتنہ کو رجال حدیث کی تفتیش کا مبداء قرار دیا ہے۔

تراجم ابواب میں اصول الحدیث کی بحث:

صحیح بخاری کی تالیف میں امام بخاریؒ کا ایک اہم مقصد یہ بھی تھا کہ قرآن کریم اور واقعات حدیثیہ سے فن حدیث کے اصول وضوابط کو مستحکم کرنا چاہیے۔ علم حدیث کے بہت سے اصول گورائج ہوگئے تھے لیکن ان کو باضابطہ فن بنا کر اور استدلال کی کسوٹی پر جانچ کر پیش کرنا اب تک مروّج نہیں تھا۔ امام صاحب نے جامع صحیح میں ان اصولوں کو مستحکم کرکے باضابطہ فن کی صورت میں تراجم ابواب میں پیش کیا۔

پہلا اصول:

حدیث لینے کے دو طریقے پہلے سے چلے آتے تھے:

ایک یہ کہ محدث پڑھے اور طالبین سنیں۔ دوسرے یہ کہ خود طالب علم حدیث سنائے اور استاد سنتا جائے اور نعم (ہاں) کہتا جائے۔ اسے العرض کہتے ہیں۔

اس میں محدثین کی دو جماعتیں ہوگئیں۔ ایک جماعت جن میں حسن بصریؒ، سفیان ثوریؒ امام مالکؒ رحمہم اللہ اجمعین وغیرہم جیسے کامل الفن ہیں، فرماتے ہیں کہ اگر طالب علم پڑھے اور محدث سن کر نعم یا ایسا ہی کوئی اور لفظ کہہ دے جس سے تسلیم کرنے کے معنی نکلتے ہوں تو شاگرد حدثنا فلاں کہہ سکتا ہے اور اس سے حدیث اور سلسلہ سند کے استحکام میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوسکتا۔ دوسری جماعت اس کی مخالف تھی۔ امام بخاریؒ نے اخذ کے دونوں طریقوں کو جائز ثابت کیا اور باب اس طرح منعقد کیا باب:

"**باب القراءةِ والعرضِ علی المحدث**"(۱۴)

اس طرح دونوں کو بڑے واضح طریقہ پر ثابت کیا۔

امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ عرض وقرأت کا طریقہ بھی معتبر جیسا کہ ضمام نے بہت سی دینی باتوں کو آپؐ کے سامنے پیش کیا اور آپؐ تصدیق فرماتے رہے پھر ضمام اپنی قوم کے ہاں گئے اور انہوں نے ان کا اعتبار کیا اور ایمان لائے امام حاکمؒ نے اس روایت سے عالی سند کے حصول کی فضیلت پر استدلال کیا ہے کیونکہ ضمام نے اپنے ہاں آپؐ کے مقاصد کے ذریعے سے یہ ساری باتیں معلوم کر لی تھیں لیکن پھر خود حاضر ہو کر آپؐ سے بالمشافہ ساری باتوں کو معلوم کیا لہذا اگر کسی کے پاس کوئی روایت چند واسطوں سے ہوا اور کسی شیخ کی اجازت سے ان واسطوں میں کمی آسکتی ہو تو ملاقات کر کے عالی سند حاصل کرنا بہر حال فضیلت کی بات ہے۔

دوسرا اُصول: (باب متَی یَصحُّ سماعُ الصَّغیر)

اسی طرح ایک مسئلہ یہ ہے کہ نابالغ کی سماعتِ حدیث معتبر ہے یا نہیں اور معتبر ہے تو کس سن میں؟ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ امام المحدثین نے دو صحابیوں (ابن عباسؓ، محمود بن الربیعؓ) کی سنی ہوئی حدیثوں سے (جو بالاتفاق مقبول ہیں) اس کی مقبولیت کی طرف اشارہ کیا لیکن ساتھ اس کے دوسرا باب منعقد کیا:

الغرض حصول حدیث کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے شیخ کو حفظ سے یا کتب سے پڑھ کر حدیث سنانا عرض کہلاتا ہے اس کی صورت یہ ہے۔ طالب علم حدیث پڑھے اور شیخ سنے۔ طلباء کی جماعت میں سے کوئی ایک پڑھے اور باقی سنیں یہ قرأت حفظ سے یا کتاب سے دیکھ کر دونوں طرح ہو سکتی ہے اس طرح شیخ سماع سماع کے دوران میں اپنے حفظ پر اعتماد کرے، یا کتاب سے دیکھے، یا کوئی قابلِ اعتماد شخص کتاب دیکھتا چلا جائے۔ اس صورت میں ادائے حدیث میں یہ الفاظ استعمال کیے جائیں گے۔

قرأت علی فلاں، قری علی فلاں و أنا أسمع.

حدثنا فلاں قراءۃ علیه.

"باب الفهم فی العلم." (۱۵)

جس سے اشارہ ہے کہ فہم شرط ہے اور فہم کے مدارج مختلف ہوتے ہیں۔

مناولہ محدثین کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ اپنی اصل مرویات اور مسموعات کی کتاب جس میں اپنے اساتذہ سے سن کر احادیث لکھ رکھی ہوں اور اپنے کسی شاگرد کے حوالہ کر دی جائیں اور کتاب میں درج شدہ احادیث کو روایت کرنے کی اس کو اجازت بھی دے دی جائے تو یہ جائز ہے، اگر اپنی کتاب حوالہ کرتے وقت اجازت نہ دے

تو اس صورت میں حدثنی یا اخبرنی فلاں کہنا جائز نہیں۔ مناولہ کے ساتھ باب میں مکاتبت کا ذکر ہے جس سے مراد یہ ہے کہ استاذ اپنے ہاتھ سے خط لکھے یا کسی اور سے لکھوا کر شاگرد کے پاس بھیجے شاگرد اس صورت میں بھی اس کو اپنے استاد سے روایت کر سکتا ہے۔

تیسرا اصول:

اسی طرح مناولہ کی ایک صورت محدثین میں مروج تھی کہ اپنی مرویات کو طالب علم کے حوالے کر دیتے اور روایت کی اجازت دے دیتے۔ ایک جماعت اس کی منکر تھی۔ امام المحدثین نے اس کو متعدد دلیلوں سے ثابت کیا اور باب اس طرح منعقد کیا۔

"باب ما يذكر في المناولة، وكتاب أهل العلم بالعلم الى البلدان."(١٦)

چوتھا اصول:

ایک مسئلہ کتابت حدیث کا ہے بعض محدثین صحیح مسلم کی حدیث کی وجہ سے کتابت حدیث کے مخالف تھے۔ امام المحدثین نے اس کے لیے باب منعقد کیا: "**باب كتابة العلم.**" اور کتابت حدیث کے جواز کو متعدد دلیلوں سے ثابت کیا۔ (۱۷)

پانچواں اصول:

ایک مسئلہ بڑا اہم بالشان یہ ہے کہ خبر واحد سے استدلال صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو کن کن حالتوں میں صحیح ہے اور قیاس سے خبر واحد رد کر دی جا سکتی ہے یا نہیں۔ یہی ایک مسئلہ ہے جو فقہائے اہل الرائے کو فقہائے محدثین سے عملاً الگ کرتا ہے۔ امام بخاریؒ اعتقادی اور عملی دونوں طرح کے مسائل میں اُخذ احاد کی حجیت کے قائل ہیں آپ نے صحیح بخاری میں اسماء وصفات آخرت اور عالم برزخ کے احوال وغیرہ جیسے اعتقادی مسائل کے اثبات کے لیے متعدد اخبار احاد احادیث نقل کی ہیں صحیح بخاری کی کتاب التوحید، کتاب الایمان، کتاب القدر، کتاب بدء الخلق، کتاب المناقب، کتاب الفتن اور کتاب الرقاق اخبار احاد سے بھری پڑی ہیں۔ صحیح بخاری کی سب سے پہلی حدیث:

"انما الاعمال بالنيات."

خبر واحد ہے۔ آپ نے عقیدہ وعمل اور خبر واحد، متواتر میں فرق کیے بغیر حجتِ سنت کے اثبات پر ایک مستقل کتاب قائم کی ہے اور پھر ایسے دلائل دیئے ہیں جو عقائد واحکام دونوں پر مشتمل ہیں لیکن یہ بات بھی

قابل غور ہے کہ:

''جہاں امام بخاریؒ نے خبر واحد سے عقائد پہ حجت پکڑی ہے وہ قرآئن سے خالی نہیں ہے۔''

صحیح بخاری کی آخری حدیث بھی خبر واحد غریب ہے۔ حدثنا احمد بن اشکاب یہ امام بخاریؒ کے استاد ہیں مصر کے رہنے والے تھے اور امام صاحب سے ان کی ملاقات ۲۱۷ھ میں ہوئی وہ محمد بن فضل سے بیان کرتے وہ عمارہ بن قعقاع سے یہ روایت صحیح بخاری میں تین جگہ پر ہے ''کتاب الایمان والقدر'' میں اپنے استاذ قتیبہ بن سعید سے وہ آگے محمد بن فضل سے تیسری جگہ کتاب الدعوات میں اپنے شیخ زہیر بن حرب سے قتیبہ بن سعید کے لفظ یہ ہیں:

''حدثنا محمد بن فضل قال حدثنا عمارة بن القعقاع''

اور احمد بن اشکاب کے لفظ ہیں عن عمارۃ القعقاع یعنی اُحمد بن اشکاب نے آگے عن کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ لہذا عن کے اندر جو عدم اتصال کا شبہ تھا قتیبہ کے حدثنا کہنے سے وہ بھی ختم ہوگیا۔ عمارۃ بن قعقاع ابوزرعہ سے اور وہ اپنے ایک استاذ ابو ہریرہؓ سے یہ سب بیان کرنے میں منفرد ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا عقیدہ ہے خبر واحد صحیح ہو تو اس سے فروعی، اعتقادی، فقہی ہمہ قسم کے مسائل ثابت ہو سکتے ہیں۔ لیکن ماقبل اصول مذکورہ کے مطابق۔

امام صاحبؒ نے اس کے لیے باب یوں منعقد کیا ہے:

''باب ما جاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق فی الأذان والصلوة والصوم والفرائض والأحكام.'' (۱۸)

خبر واحد کی مقبولیت پر قرآن کریم سے استدلال قائم کرنے کے بعد اس کثرت سے حدیثیں پیش کیں کہ جو انفراداً تو خبر واحد ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے متواتر۔ (پس اصل استدلال تواتر معنوی سے ہوا۔)

امام صاحب نے باب منعقد کیا:

''باب بعث النبی ﷺ الزبیر طلیعة وحدَهُ.''

پھر تیسرا باب:

''لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ (فاذا أذن له واحد جاز)''

امام بخاریؒ فرماتے ہیں اگر گھر والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی اجازت دے تو گھر میں داخل ہونا جائز ہے۔

چوتھا باب: **''باب ما کان یبعث النبی ﷺ من الأمراء والرسل واحدا بعد واحدٍ''**

باب وصاة النبی وفود العرب أن یبلغوا من وراءَ هُم.

اخیر میں ایک باب ''**باب خبر المرأة الواحدة۔**''

مذکورہ ابواب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ خبر واحد کی حجیت کے قائل تھے ہاں اگر خبر واحد کے ثبوت میں تردّد ہو جائے تو اس کی تحقیق وتفتیش کرنا ازحد ضروری ہے جس طرح سیدنا عمر بن خطابؓ نے حدیث ابی موسیٰ کے بارے میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دادی کی میراث کے بارے میں کہا تھا اور نبی کریم ﷺ نے نماز میں بھول جانے کے بعد ذوالیدینؓ کے حوالے سے کیا تھا۔

آپؐ نے ذوالیدینؓ اکیلے شخص کی خبر کو قابل عمل جان کر منظور کر لیا اور تصدیق کے لیے دوسرے لوگوں سے بھی دریافت فرمایا۔ اگر ایک شخص کی خبر قابل عمل نہ ہوتی تو آپؐ ذوالیدینؓ کے کہنے پر کچھ خیال ہی نہ فرماتے اس سے خبر واحد کی دوسروں سے تصدیق کر لینا بھی ثابت ہوا۔ یہی تو دلیل ہے کہ اگر خبر واحد سے علم قطعی حاصل ہوتا تو پھر اس میں شک سرایت کیسے کر سکتا ہے؟ یعنی نسبت کے اعتبار ایک کے ہاں قطعی اور ایک کے نزدیک وہ غیر قطعی ہو۔ یا پھر یہ قانون بنا دیا جائے کہ ایک قطعی علم کا جو ایک کے ہاں وہ قطعی علم ضعیف ہے اور ایک کے ہاں وہ ثابت ہے اور اگر صرف خبر واحد ہی کفایت کرتی ہو تو پھر معجزات کی کیا ضرورت ہے۔

منعقد کیا جس سے ازواج النبی ﷺ کی بیان کردہ احادیث کی مقبولیت کی طرف اشارہ ہے جس پر عورتوں کے بے شمار مسئلے موقوف ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی چند ابواب میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جیسے:

''**باب هل یجوز للحاکم أن یبعث رجلا واحدة، وهل یجوز ترجمان واحد.**''(١٩)

ان کل ابواب کو امام صاحب نے بکمال وضاحت، شفاف طریقہ پر ثابت کیا جو امام المحدثین کی خداداد فقاہت اور اجتہادی بصیرت کا حصہ ہے۔ اس مسئلہ پر متاخرین میں سے علامہ ناصر الدین البانیؒ کا اہم رسالہ ''الحدیث حجۃ بنفسہ فی العقاد والأحکام'' اور ''وجوب الاخذ باً خبار فی العقائد'' موجود ہے اور اسی طرح استاذ الحدیث عبدالرحمٰن ضیاء کا رسالہ ''**حکم الأخذ الأحاد فی العقائد**'' بھی موجود ہے۔

چھٹا اصول:

ان کے علاوہ امام المحدثین نے طالب حدیث اور محدث کے وہ آداب جواب اصول حدیث کی کتابوں میں ضبط کر دیئے گئے ہیں، مفصلاً بیان کیے ہیں۔ مثلاً:

''**باب الخروج فی طلب العلم**''

"باب الغضب فی الموعظة والتعلیم اذا رأی ما یکرہ"

۱۔ ضرورت کے وقت محدث طالب حدیث پر غصہ کر سکتا ہے۔

۲۔ اسی طرح راہ میں حدیث بیان کرنا،

باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفهم عنه.

۳۔ ایک حدیث کو تین تین بار بیان کرنا، ذہن نشین کرانا۔

۴۔ باندازہ عقل بیان کرنا۔

۵۔ سواری پر حدیث بیان کرنا۔

باب الفتیا وهو واقف علی ظهر الدابة او غیرها

۶۔ فہم کا امتحان کرنا۔

باب طرح الامام المسألة علی اصحابه لیختبر ما عندهم من العلم

۷۔ حدیث کے لیے سفر کرنا۔

باب الرحلة فی المسئلة النازلة

۸۔ فقہ الحدیث کا باوقعت ہونا۔

۹۔ احادیث کو اس وقت تک بیان کرنا جب تک طالب علم گھبرائے نہیں۔

اس طرح کے بہت سے آداب اور اصول بیان کیے ہیں۔

باب من برک علی رکتبیه عند الامام او المحدث: باب الحرص علی الحدیث

ساتواں اصول:

اسی طرح ایک مسئلہ یہ ہے کہ رواۃ حدیث کبھی روایت میں اخبرنا کہتے ہیں، کبھی حدثنا پس ان دونوں میں کچھ فرق ہے یا یہ دونوں ایک ہیں۔ امام بخاریؒ نے ثابت کیا کہ یہ دونوں ایک ہیں۔ اس کو اس واقعہ سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک پہیلی بجھائی تھی جس کے طرق جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سوال کا لفظ صحابی کبھی تو حدثونی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں کبھی اخبرونی سے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں ایک معنی میں آتے ہیں۔(۲۰)

اس کے لیے باب منعقد کیا:

"باب قول المحدث، حدثنا و انبأنا وقال لنا الحمیدی کان عند ابن عینیه حدثنا و اخبرنا و انبانا وسمعت واحدا و قال ابن مسعود حدثنا رسول اللهﷺ وهو الصادق المصدوق."

امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ محدثین کی نقل درنقل کی اصطلاح حدثنا، اخبرانبانا کا استعمال ان کا خودایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ خود نبی کریمﷺ اور صحابہ کرامؓ، تابعین کے زمانوں میں بھی نقل درنقل کے لیے یہی الفاظ استعمال ہوتے تھے جس طرح قرآن کریم میں ہے:

"قَالَتْ مَنْ اَنۡبَاَکَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الۡعَلِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ"

آٹھواں اصول:

اسی طرح ایک شعبہ خاص فن حدیث کا یہ ہے کہ مخالفین احادیث نبویہؐ جو اپنی وہمہ پرستی سے حدیث کے مضامین پر اعتراضات کرتے ہیں، اس کی تشفی کی جائے جس کا نام فن تفسیر حدیث یا فن تاویل مختلف الحدیث ہے۔ ایسے لوگوں کے اعتراضات کی بنیاد تو یہ ہوتی ہے کہ یہ حدیث عقل کے خلاف ہے جیسے معراج جسمانی کی حدیث یا معجزات کی حدیثیں، اسی طرح کے اعتراضات قرآن کریم پر بھی کیے گئے ہیں.

دوسرے یہ کہ یہ حدیث فلاں آیت کی مخالف ہے یا فلاں حدیث کی مثلاً صحیح بخاری کی حدیث میں آتا ہے کہ:

"لا تفضلوا بین انبیاء الله." (۲۱)

"یعنی انبیاء میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دو۔"

بظاہر یہ آیت کریمہ:

" تِلۡکَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ" (۲۲)

کے مخالف ہے۔ امام بخاریؒ کو گیارہ سو برس پہلے یہ موضوع خیال میں آیا کہ ظاہر پرست لوگ ایسا اعتراض کر سکتے ہیں اس کے لیے امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کا ایک حصہ وقف کر دیا۔

نواں اصول:

حصول اسانید کی تحقیق اور علم سند

رحلۃ سفر: **باب الخروج فی طلب العلم**

باب الرحلة فی المسئلة النازلة

امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں ذکر فرمایا:

ورَحَل جابر بن عبدالله بن میسرة شهر الی عبدالله بن انیس فی حدیث واحد.'' (۲۳)

''حضرت جابر بن عبداللہؓ بن انیس سے ایک حدیث حاصل کرنے کے لیے ایک ماہ کا سفر کیا۔''

اس کے ضمن میں حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کا واقعہ بیان کیا اور امام صاحب نے استنباط کیا کہ حضرت موسیٰؑ نے علم حاصل کرنے کے لیے کتنا بڑا سفر کیا۔

دسواں اصول:

امام بخاریؒ جرح وتعدیل میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے۔اور سخت قسم کے الفاظ جرح استعمال نہیں کرتے تھے۔

''اکثر فیه نظر ، لم یصح حدیثه،یخالف بعض حدیثه ''

کہتے تھے۔اور اگر کہیں سخت قسم کے الفاظ استعمال کرنا ہوں تو منکر الحدیث ہی کہتے ہیں۔کذاب اور وضاع کے الفاظ بہت کم استعمال کرتے ہیں بلکہ صرف اتنا کہتے ہیں فلاں نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔یا اپنے اساتذہ کرام کی رائے بیان کرتے ہیں۔

مثلاً محمد بن السائب کلبی کے بارے میں کہتے ہیں:

'' ترکه یحییٰ بن سعید وابن مهدی.''

وہب بن وہب کے بارے میں کہتے ہیں:

''کان وکیع یرمیه بالکذب.'' (۲۴)

گیارواں اصول:

امام بخاریؒ بدعتی راوی کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کرتے ہیں جب تک کہ اس کا سچا پن اور دین دار ہونا ثابت نہ ہو جائے۔

بارہواں اصول:

روایت کے لیے شرط ہے کہ راوی ثقہ ہوں اگر کچھ کمی ہو تو متابعت کے ذریعے اسکا مداوہ کرتے ہیں اور کمی دور ہونے کے بعد حدیث ان کی شرط کے مطابق صحیح کا مطلوبہ معیار حاصل کر لیتی ہے۔

امام بخاریؒ کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے سوا کسی کی تقریر حجت نہیں

باب من رأی ترک النّکیر من النبی ﷺ حجة لامن غیر الرسول ﷺ

نبی کریم ﷺ سے ایک بات کہی جائے اور آپ ؐ اس پر انکار نہ کریں جسے تقریر کہتے ہیں تو یہ حجت ہے نبی کریم ﷺ کے سوا کسی اور کی تقریر حجت نہیں۔(۲۵)

امام بخاریؒ وصل اور ارسال کے اختلاف کی صورت میں تین شرطوں کا خیال رکھتے ہوئے حدیث کے وصل کو ترجیح دیتے ہیں۔

وصل کرنے والے زیادہ ہوں۔ وصل والے ارسال کرنے والوں سے زیادہ حافظ ہوں اور ایسے قرائن موجود ہوں جو اس کے وصل کو تقویت دے رہے ہوں۔

وصل سے مراد کسی سند کو متصل بنانا ہے۔یعنی جو حدیث معلق بیان کی گئی ہے جب سند سے بیان کی جائے گی تو یہ عمل وصل کہلائے گا اور حدیث کو موصول کہا جائے گا۔(۲۶)

مثال:

”حدثنا یعقوب بن محمد، حدثنا ابراھیم بن سعد عن ابیه عن القاسم بن محمد عن عائشة قالت: قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد رواہ عبداللہ بن جعفر فی وعبد الواحد بن ابی عون عن سعد بن ابراھیم .“ (۲۷)

عبداللہ بن جعفر کی روایت کو امام مسلم نے اور عبدالواحد کی روایت کو دارقطنی نے وصل کیا ہے۔

کتاب اللہ سے صرف قرآن مجید مراد نہیں بلکہ حدیث رسول ﷺ بھی کتاب اللہ میں شامل ہے۔(۲۸)

حدیث وسنت میں کوئی فرق نہیں:

عام محدثین، فقہاء اور اصولیین اور محقق علمائے متاخرین کے نزدیک حدیث وسنت کے درمیان کوئی مغایرت نہیں ہے بلکہ دونوں اصطلاحوں کا مفہوم برابر ہے اور ایک اصطلاح کو دوسری جگہ بلاتکلف استعمال کیا جاسکتا ہے علمائے محدثین نے تمام مروی احادیث وآثار کو سنت کے لفظ سے تعبیر کیا اور اس بات کی دلیل ان کی وہ کتب ہیں جن کو انہوں نے السنة یا سنن کا نام دیا ہے اور ان کتب میں ہر قسم کی احادیث کو ذکر کیا ہے برابر ہے کہ وہ احادیث قولی ہیں یا فعلی یا تقریری یا ان کا تعلق آپ ؐ کے اوصاف سے ہے اسی طرح نبوت سے پہلے کے واقعات واحوال کو بھی ذکر کیا۔امام بخاریؒ کا مؤقف جو آپ کے اسلوب سے مترشح ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے کتاب کے نام میں ہی

حدیث اور سنن کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اور اس کے تحت مختلف کتابیں اور ابواب منعقد فرمائے امام بخاریؒ اس مسئلہ میں سلف صالحین کا مسلک اختیار کیے ہوئے ہیں کہ

الجامع المسند ا لصحیح المختصر من امور رسول اللهﷺ وسننه و ایامه

حافظ ابن حجرؒ نے صحیح بخاری کا پورا نام یوں لکھا ہے:

"الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللهﷺ وسننه و ایامه"

حدیث اور سنت کے درمیان کوئی فرق نہیں اس کی امثلہ درج ذیل ہیں صحیح بخاری میں وہ ابواب جو لفظ حدیث سے شروع کیے اس مقام میں حدیث سے مراد اصطلاحی کے علاوہ دوسرا معنیٰ لیا ہی نہیں جا سکتا۔

" قلت یارسول اللهﷺ ! من اسعد الناس بشفاعتک یوم القیامة؟ فقال لقدظننت احد اول منک لما رأیت من حرصک الینا هکذنی علی الحدیث أسعد الناس بشفاعتک یوم القیامة من قال! لا اله الا الله خالصا من قبل نفسة" (۲۹)

باب ما یذکر فی الفخذ:

وحدیث أنس أسند وحدیث جدهد احوط حتی یخرج من اضلا منهم......

یہ عبارت قطعی طور پر اصطلاحی لفظ حدیث کے بارے میں ہے۔

افعال نبویﷺ کی حجت کے بارے میں امام بخاریؒ عنوان قائم کرتے ہیں:

باب الاقتداء بأفعال النبیﷺ (۳۰)

''نبی کریمﷺ کے افعال کی پیروی کرنا۔

مرسل روایت کے بارے میں امام بخاریؒ کا مؤقف:

امام بخاریؒ لفظ مرسل کا اطلاق ہر اس روایت پر کرتے ہیں جسے کسی تابعی نے رسول اللہﷺ کی طرف منسوب کیا ہو خواہ وہ تابعی صغیر ہی کیوں نہ ہو اور برابر ہے کہ وہ روایت قولی ہو یا فعلی ہو یا تقریری۔(۳۱)

مثال:

کتاب الفرائض باب الولاء لمن اعتق اور میراث اللقیط میں وارد روایات سے معلوم ہوتا ہے:

"حدثنا حفص بن عمر حدثنا شعبه عن الحکم عن ابراهیم عن الأسود عن عائشة قالت: اشتریت بریرة فقال النبیﷺ اشتریها فان الولاء لمن اعتق وأهدی لها فقال هو لها

صدقة ولنا هدية قال الحكم وكان زوجها حرا وقول الحكم مرسل وقال ابن عباس رأيته عيداً.'' (۳۲)

قال ابن حجرؒ فيستفاد من قول البخارى ايضا وقول الحكم مرسل أنه يستعمل فى الناس الصغير أيضا لأن الحكم من صغار والتابعين. (۳۳)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے اس قول (وقول الحکم مرسل) سے مستنبط ہوتا ہے کہ وہ صغار تابعین کی روایات بھی نقل کرتے ہیں کیوکہ حکم صغار تابعین میں سے ہیں۔

اسی طرح امام بخاریؒ مرسل کا اطلاق منقطع روایت پر بھی کرتے ہیں اور متصل پر لفظ مسند استعمال کر دیتے ہیں:

مثال:

''حدثنا عمر بن حفص حدثنا أبى حدثنا الأعمش ابراهيم والضحاک المشرقى عن أبى سعيد الخدريؓ قال النبیﷺ لأصحابه أيعجز أحدكم أن يقراء ثلث القرآن فى ليلة فشق ذلک عليهم وقالوا أينا يطيق ذلک يارسول اللهﷺ فقال الواحد الصمد ثلث القرآن– قال ابو عبدالله: عن ابراهيم مرسل عن الضحاک ما لقى أبا سعيد فتكون روايه منقطعة.'' (۳۴)

یہاں پر ابی سعید الخدریؓ سے دو راوی بیان کر کے یہ بظاہر مگر امام صاحب کی طفیل کے بعد یہ مسئلہ واضح ہو گیا ہے کہ ابراہیم جو کہ الاعمش ان کی روایت میں ارسال ہے جبکہ الضحاک المشرقی کی روایت مسند اور امام صاحب نے اپنے مسئلہ کی بنیاد الضحاک کی روایت کو بنایا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

> ''امام بخاریؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بسا اوقات منقطع روایت پر بھی مرسل کا اطلاق کر دیتے تھے اور متصل پر لفظ مسند کا استعمال۔'' (۳۵)

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ نے کہا کہ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں: اگر آدمی اپنی بیوی کی ماں سے وطی کر لے تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی یہ مرسل روایت ہے۔ زہریؒ کی سیدنا علیؓ سے ملاقات نہیں ہے لہذا یہ منقطع روایت اور امام بخاری نے منقطع پر لفظ مرسل کا اطلاق کیا ہے۔

اس کے برعکس بعض اوقات مرسل پر منقطع کا اطلاق کر دیتے ہیں مثلا امام بخاریؒ سیدہ عائشہؓ کی مذکورہ روایت اسود کے طریق سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اسود کہتے ہیں کہ اس کا خاوند آزاد تھا اور اسود کا یہ قول

منقطع حالانکہ اسود کبار تابعین میں سے ہے اوران کی یہ روایت مرسل ہوگی۔(۳۶)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے اس قول الاسود منقطع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرسل پر لفظ منقطع کے اطلاق کے جواز کے قائل تھے۔

حافظ ابن الصلاح نے بھی علوم الحدیث میں محدثین کے نزدیک۔ مرسل منقطع اور معضل کا فرق بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ فقہ اور اصول فقہ میں معروف ہے کہ ان سب احادیث کو مرسل کہا جاتا ہے۔(۳۷)

اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ امام بخاریؒ متصل اور مرسل روایات بیان کرنے کے بعد متصل کو راجح قرار دیتے ہیں اور مرسل کو اس لیے نقل کرتے ہیں کہ تا کہ اس امر کی طرف اشارہ کر سکیں کہ متصل روایت کے مقابلے میں مرسل روایت کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ مرسل متصل کی تقویت کا باعث ہے۔(۳۸)

مثال:

"عمر بن ابی سلمة قال أكلت يوما مع رسول اللهﷺ طعاما فجعلت اكل من نواحی الصحفة فقال لی رسول اللهﷺ كل مما يليك." (۳۹)

امام بخاری نے اس باب میں پہلے متصل روایت بیان کی ہے پھر اس کے بعد مالک عن وہب سے مرسل اور دوسرا سیدنا ابن عباسؓ کے قول: رأيتہ عبدا کے متعارض ہونے کی بناء پر ضعیف ہے۔

مذکورہ اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ایک جگہ بھی مرسل روایت سے حجت نہیں پکڑی۔

البتہ مسئلہ کی وضاحت، کسی ذیلی فائدے کے بیان یا روایت مرسل کی عدم حجت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے اسے کئی جگہ ذکر کیا ہے۔

چنانچہ یہ معلق اور موقوف روایات کی مثل صحیح بخاری کے اصل موضوع سے خارج ہے۔

حافظ ابن حجرؒ صحیح بخاری میں تکرار روایت کے فوائد میں رقمطراز ہیں:

"اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے امام بخاریؒ متصل اور مرسل روایات بیان کرنے کے بعد متصل کو راجح قرار دے دیتے ہیں اور مرسل کو اس لیے نقل کرتے ہیں کہ تا کہ اس امر کی طرف اشارہ کر سکیں کہ متصل روایت کے مقابلے میں مرسل روایت کی کوئی حیثیت نہیں۔ بلکہ مرسل روایت متصل کی تقویت کا باعث ہے اس کی مثال عمرو بن ابی سلمہ کی یہ روایت ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب میں پہلے متصل روایت نقل کی ہے پھر اس کے بعد بروایت مالک بن

وہب سے مرسل روایت بیان کی ہے۔''

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ فرماتے ہیں:

''امام بخاریؒ مرسل روایت کی عدم حجیت کے قائلین میں سے ہیں اور یہی مؤقف امام مسلم نے محدثین سے بلا استشہاد ذکر کیا ہے کہ ہمارے قول اور محدثین کے اقوال کے مطابق روایت حجت نہیں ہے۔''(۴۰)

جہاں تک مرسل روایت کی حجت کی بات ہے امام بخاریؒ مرسل روایت سے نہ تو دلیل پکڑتے ہیں اور نہ ہی اسے صحیح کہتے ہیں۔ بلکہ اس کو رد کر دیتے ہیں۔

جیسے آپ نماز میں سورۃ الفاتحہ کی عدم فرضیت کے قائلین کی دلیل بیان کرتے ہوئے کہ امام کی قرأت ہی مقتدی کی قراءت ہے، کے بعد فرماتے ہیں کہ کہا جائے گا کہ۔ یہ خبر اہل حجاز وعراق وغیرہ کے ہاں ثابت نہیں ہے کیونکہ یہ مرسل اور منقطع روایت ہے اس روایت کو شداد نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے امام صاحب فرماتے ہیں اس روایت کو حسن بن صالح نے جابر سے اور انہوں نے ابوالزبیر سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے اور معلوم نہیں کہ جابر نے ابوالزبیر سے سنا ہے یا نہیں۔ لہذا یہ ارسال اور انقطاع اس روایت کے اسباب ضعف میں سے ایک ہے۔

اس طرح امام بخاریؒ نے مذکور قول: وقول الحکم مرسل سے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کے بعد ابن عباسؓ کا قول لائے ہیں رأیته عبدا اور اسے ہی صحیح قرار دیا ہے۔

ابن عباسؓ کے قول کو صحیح قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ حکم اور اسود دونوں کا قول کہ بریرہ کا خاوند آزاد تھا، ایک تو مرسل ہونے کی بناء پر اور دوسرا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول رأیتہ عبدا کے متعارض ہونے کی بنیاد پر ضعیف ہے۔

کتاب النکاح میں امام بخاریؒ نے باب قائم فرمایا ہے:

''باب لا نکاح الا بولی''

امام بخاریؒ گو کہ مسئلہ اور دلائل سے ثابت کر رہے ہیں یہ حدیث چونکہ ان کی شرط کے مطابق نہیں تھی اس روایت سے براہ راست استدلال فرمانے سے گریز کیا مگر باب باندھ کر یہ اشارہ فرمایا دیا کہ حدیث کے اندر وصل اور ارسال کے اختلاف کو فیصلہ کن صلاحیت سے گزارنے کے بعد اس میں مستحکم فیصلہ فرما دیا کہ یہ حدیث موصولاً قوی ہے کیونکہ امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے اپنے استاذ امام بخاری سے اس حدیث کے

بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ صاحب تحفۃ الاحوذی نے نقل کیا ہے کہ امام بخاریؒ نے محض ابواسحاق کے اوپر ہونے والے اعتراض کو دور نہیں فرمایا بلکہ انتہائی مضبوط قرائن سے فیصلہ کیا ہے کہ یہ موصولاً قوی ہے حالانکہ شعبہ اور سفیان اسے مرسل بیان کرتے ہیں اس کا جواب دارقطنی نے بھی دیا۔ لیکن یہاں ہم امام بخاریؒ کی بصیرت کو ترجیح دیتے ہیں۔

نتيجة البحث:

اصول حدیث ایک خاص فن ہے جس میں قواعد وضوابط کو سامنے رکھتے ہوئے حدیث کو قبول یا رد کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس فن کا آغاز عہد نبوی ﷺ سے ہی ہو گیا تھا صحابہ کرامؓ اس کا خاص التزام رکھتے تابعین میں سے محمد بن سیرینؒ نے اس کا آغاز کیا اور محدثین میں سے سب سے پہلے یحییٰ بن سعید القطان ۱۹۸ھ نے کیا اور اس سلسلے کو یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، احمد بن حنبل رحہم اللہ عنہم نے اس کو آگے بڑھایا۔ اور باقاعدہ اصول مقرر کیے امام بخاریؒ چونکہ ان ہی ائمہ کے شاگرد تھے اس لیے انہوں نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ان ہی اصولوں کو پیش نظر رکھا اور مجتہد مطلق ہونے کے ناطے اپنی شرائط بھی وضع کیں جس کا تتبع بعد میں آنے والے محدثین نے بھی کیا۔

خلاصة البحث:

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سنت کی صحت کا جو معیار قائم کیا اس کے بعد اسکے اصول وضوابط تیار ہوتے رہے وہ امام بخاریؒ کی تصنیف صحیح بخاری تک کامل ہو گئے۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ان سارے اصول وضوابط کو جمع کر دیا جو رسول کریم ﷺ کی احادیث کو پہچاننے کے لیے ضروری ہیں۔ انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ نے الصحیح الجامع کی صورت میں ہمارے سامنے پیش کی ہے اور صحیح بخاری کو عملاً اصول حدیث کی تجزیہ گاہ بتایا ہے کیونکہ اصول الحدیث کا استقراء تو ہمیں عمہی ور پر کتب احادیث ہی میں ملتا ہے اس لیے اصول حدیث بھی وہی معتبر ہوں گے جو ان کتب کے مصنفین نے عملی طور پر پیش کیے ہیں۔ بذات خود اصول بھی بتائے ہیں چنانچہ اعلی حقیقہ وہی اعلی ہوئے ہیں صحیح بخاری میں بعض ابواب کے تراجم اس طرح ہیں:

باب قول المحدث: حدثنا و اخبرنا. باب ما يذكر في المناولة. باب متى يصح

الصغیر باب الخروج فی طلب العلم، الحرص علی الحدیث، باب کتابة العلم، خبر واحد سے استدلال حدیث مرسل اور امام بخاری کے موقف کو بھی واضح کیا گیا ہے کہ امام بخاری مرسل روایت کی عدم حجیت کے قائلین میں سے ہیں نہ اسے دلیل لیتے ہیں اور نہ ہی اسے صحیح کہتے ہیں بلکہ اس کو رد کر دیتے ہیں۔

حوالہ جات

۱. السیوطی، عبدالرحمن جلال الدین، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، المکتبة المعلمیة، القاهره، ۱۹۵۹ء، ۳/۱

۲. الحجرات: ۶

۳. الخازن، علاء الدین علی بن محمد بن ابراهیم البغدادی، تفسیر الخازن، دار الکتب العلمیة بیروت، الطبعة الاولی، ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۵م، ۲۲۲/۶

۴. التفسیر الثعلبی، ۴۶۱/۳

۵. مسلم بن حجاج، مقدمه صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان، س ن، ۶/۱

۶. بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبدالله، صحیح بخاری، دار ابن کثیر الیمامة، بیروت، ۱۹۸۷ء، رقم ۴۶۵۰

۷. مقدمه شرح مسلم، ۵

۸. صحیح بخاری، ۱۱۰

۹. صحیح بخاری، ۶۰۵۴

۱۰. ابی حمد بن علی، معروف بالخطیب البغدادی، الکفایة فی علم الروایة، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، ۱۹۸۵ء، ص ۸۳

۱۱. تفصیل کے لیے: صحیح بخاری، ۴۲۷۴

۱۲. ابو عمرو تقی الدین المعروف بابن الصلاح، مقدمه ابن صلاح، دار الفکر المعاصر، بیروت لبنان، ۱۹۸۶ء، ص ۳۸

۱۳. صحیح بخاری، کتاب العلم، باب القرءة والعرض علی المحدث، ۱۶۵/۱

۱۴. صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الفهم فی العلم، ۱۶۵/۱

۱۵. صحیح بخاری، کتاب العلم، باب ما یذکر فی المناولة وکتاب اهل اعلم بالعلم الی

البلدان، ۱/۱٦۹

۱٦. ایضاً، ۱/۳۳

۱۷. صحیح بخاری، کتاب اخبار الاحاد، باب ما جاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق فی الاذان والصلوة والصوم والفرائض والاحکام، ۸/۴۸۰

۱۸. صحیح بخاری، کتاب اخبار الاحاد، ۸/۳۱۸

۱۹. صحیح بخاری، کتاب العلم، باب قول المحدث حدثنا و اخبرناأو انبأنا، ۱/۱۹۱

۲۰. صحیح بخاری،۴/۱۵۹

۲۱. البقرہ:۲۵۳

۲۲. صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الخروج فی طلب العلم، ۱/۱۹۰

۲۳. صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنه، باب من رأی ترک النکیر من النبیؐ حجة لا من غیر رسول، ۸/۵۴۳

۲۴. التاریخ الکبیر، ۲/ ۸۱

۲۵. ابراهیم مصطفی، احمد حسن، الزیات ، حامد عبدالقادر، المعجم الوسیط، مترجم ابن سرور محمد اویس، مکتبه رحمانیه، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاهور ۱۳۹٦

۲٦. صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود، ۴/۲۷

۲۷. صحیح البخاری، کتاب اخبار الاحاد، باب ما جاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق فی الاذان والصلوة والصوم والفرائض والاحکام، ۸/۴۸٦؛ کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود، ۴/۲۷

۲۸. صحیح البخاری ، کتاب الرقاق، باب حضة الجنة والنار، رقم الحدیث، ٦۵۷۰

۲۹. صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء فافعال النبیؐ ،۸/۵۰۹

۳۰. نزهة النظر،۱۰۰ ؛ القاسمی، قواعد التحدیث ،۱۳۳

۳۱. حافظ شهاب الدین ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دار المعرفه لطباعه والنشربیروت لبنان، س ن،۳/۳۱۰

۳۲. صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب الولاء لمن اعتق و میراث اللقیط، رقم ٦۷۵۱

۳۳. ایضاً

۳۴. صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل قل هو الله احد، رقم ۵۰۱۵

۳۵. ابن الصلاح، علوم الحدیث،۵۳

۳۶. صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث السائبة، رقم ۶۷۵۳

۳۷. فتح الباری، ۳/۵ ۳۱

۳۸. صحیح مسلم، مقدمه، باب صحة الاحتجاج بالحدیث المعنعن،۳۲

۳۹. صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ما یحل من النساء وما یحریم، رقم ۵۱۰۵

۴۰. صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب الولاء لمن اعتق، ۳۲۲- ۶۷۵۱